4

صراط مستقیم کا کیا مطلب ہے

(فرمودہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء)

تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میری آواز اور میرے گلے کی حالت آج ایسی ہے کہ وہ اجازت نہیں دیتی کہ میں بولوں لیکن خطبہ جمعہ چونکہ اسلام کی سنتوں میں سے ایک ضروری سنت ہے۔ اس لئے اسے ترک بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پس میں نہایت اختصار کے ساتھ اپنے دوستوں اور اپنے بھائیوں کو سورہ فاتحہ کے ایک ایسے نکتہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جو نہایت ہی اہم اور نہایت ہی ضروری ہے۔

سورہ فاتحہ میں کہا گیا ہے کہو **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** یعنی اے خدا ہمیں راستہ دکھا پہلے منعم علیہ لوگوں کا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ راستہ کونسا راستہ ہے جو **صراط الذین انعمت علیھم** میں ذکر کیسا گیا ہے۔ کہ ان لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تو نے ہم سے پہلے انعام کیا۔ اس کے معنے اگر یہ کئے جائیں۔ کہ ہم سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں۔ ان کے مدارج ہمیں بھی عطا کر۔ اور جو جو درجے ان کو ملے تھے۔ جو جو رتبے ان لوگوں کو عطا کئے گئے تھے۔ اور جو جو مقام ان کو دیئے گئے تھے۔ وہ سب درجے وہ سب رتبے اور وہ سب مقام ہمیں بھی دے۔ تو گویا دنیا کا ہر فرد بشر ایک رنگ میں ان مدراج اور رتبوں کے لئے دعا کر سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ بھی یہی دعا مانگتے تھے؟ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ آپ پانچوں نمازوں تہجد اور نوافل کے علاوہ کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اور ادھر یہ بھی ہے کہ آپ سب سے افضل بھی تھے۔ اب یا تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ کے اوپر کے درجہ کے بھی لوگ تھے۔ جن کے درجہ کو پانے کے لئے آنحضرت ﷺ دعا مانگتے تھے اور اگر ہم یہ مان لیں تو اس صورت میں آپ کو افضلیت پر حرف آتا ہے۔ یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ آپ نعوذ باللہ یہ کہتے ہیں کہ

مجھے بھی پہلے لوگوں کا راستہ دکھا جس پر چل کر منعم علیہ بن گئے۔ اس صورت میں آپ خود جو راستہ دنیا کے لئے لائے اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ منعم علیہ میں انسان شامل نہیں ہو سکتا۔

اگر صرف الصراط المستقیم ہوتا تو ہم کہتے راستہ خدا کا وسیع ہے۔ اور جس طرح زید بکر کو اس کی ضرورت ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کو بھی اس کی حاجت ہے لیکن قرآن شریف نے صراط المستقیم کی تشریح انعمت علیھم کی ہے۔ یعنی ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ تو اس انعمت علیھم نے راستہ کو محدود کر دیا۔ اب زید اور بکر اور دوسرے لوگ تو اس دعا کو مانگ سکتے ہیں۔ لیکن نبی کریم ﷺ اس دعا کو نہیں مانگ سکتے۔ کیونکہ ہم سب مانتے ہیں اور شروع سے ہی تمام مسلمان مانتے چلے آئے کہ آنحضرت ﷺ نہ صرف رسول ہی تھے بلکہ سید ولد آدم بھی تھے حتیٰ کہ آپ خاتم النبیین تھے اور سب سے زیادہ خداتعالیٰ کے مقرب بھی تھے مگر جب ہم دوسری طرف یہ بھی مانتے ہیں کہ آپ یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے اور کثرت سے مانگا کرتے تھے۔ نہ صرف پانچوں نمازوں میں بلکہ نوافل میں بھی بلکہ اور اور موقعوں پر بھی۔ تو اگر اس کے یہی معنے کئے جائیں کہ وہی مدارج ہمیں بھی دے جو پہلوں کو دیئے تو رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ دعا بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ یا پھر یہ دعویٰ بالکل غلط ہو جاتا ہے کہ آپ سب نبیوں سے افضل تھے۔ قرآن شریف سے بھی کوئی استثناء آپ کی نہیں معلوم ہوتی کہ آپ تو یہ دعا نہ مانگا کریں لیکن صحابہ اور دوسرے افراد امت مانگا کریں۔ ایسا ہی نہ آپ کے عمل سے کوئی اس قسم کی استثناء معلوم ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں یہی کہنا پڑے گا کہ آپ کے لئے اس سے مراد وہ مدارج نہیں جو پہلوں کو دیئے گئے اور آپ کو نہیں دیئے گئے اور آپ ان کے حصول کے لئے دعا کرتے ہیں۔

مگر ابھی اس بات کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ اور اس کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر بھی کوئی شخص ہے؟ قرآن شریف کہتا ہے نہیں اور روز روشن کی طرح روشن کر کے کہتا ہے کہ آپ تمام انبیاء کے کمالات کے جامع تھے۔ اور جس جس طرح کے اور جتنے جتنے کمال کسی نبی میں پائے گئے۔ وہ سب آپ پر ختم ہو گئے اور نسل آدم کے تمام کے تمام کمال آپ میں جمع تھے۔ مطلب یہ کہ آپ سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں ہوا اور کسی کو کوئی ایسا رتبہ یا درجہ یا مقام نہیں دیا گیا۔ جو آپ کو نہ دیا گیا ہو۔

اس صورت میں کہ جب یہ بھی نہیں کر سکتے کہ آپ سے پہلے کوئی اور آدمی بھی بڑا ہوا ہے تو ماننا پڑے گا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کے یہ معنے نہیں کہ آپ پہلوں

کے مدارج مانگتے تھے۔ کیونکہ اس سے قرآن شریف میں اختلاف لازم آتا ہے۔ پس سوچنا چاہئے کہ وہ کون سے معنے ہیں۔ جن سے یہ اختلاف دور ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے جب ہم تدبر کرتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت کے معنے پہلے لوگوں کی روحانی ترقیات کا طریق ہے اور اس میں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ الٰہی پہلے لوگوں کی روحانی ترقیات کا جو طریق تھا وہ ہمیں بھی عطا فرما۔ ورنہ اگر صراط سے مراد وہ راستہ ہے جس پر پہلے لوگ چلے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ پہلی شریعتیں منسوخ نہیں ہوئیں۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان شریعتوں پر چلا۔ لیکن یہ بات نہیں اور ہم یہ دعا نہیں مانگتے کہ الٰہی پہلے لوگوں کے راستہ پر چلا۔ کیونکہ اگر یہ دعا مانگیں گے تو اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ پہلی شریعتیں منسوخ نہیں ہوئیں اور بحال ہیں۔ بلکہ اس سے مراد روحانی ترقی کا طریق ہے کہ جس رنگ میں انہوں نے قدم مارا تھا اور روحانی ترقیات حاصل کیں اسی رنگ میں ہمارا قدم بھی اٹھا۔ تاہم بھی ہر وقت ترقی کرتے چلے جائیں اور روحانیت کی انتہا تک پہنچ جائیں۔

پس ہماری دعا یہ نہیں ہوتی کہ الٰہی تو ان کا راستہ ہمیں بھی دکھا جو ہم سے پہلے گذرے۔ کیونکہ اگر ہم ایسا کہیں تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ پہلی شریعتیں منسوخ نہیں ہوئیں۔ لیکن ہم تو یہ کہتے ہیں کہ پہلی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ اور اب اگر کوئی شریعت ہے تو وہی ہے جو نبی کریم ﷺ لائے۔ پس ہماری دعا اس لئے ہوتی ہے کہ ان کے ترقی کے طریق بتا۔ اس لئے **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** کی دعا کا اگر کوئی صحیح مفہوم ہمارے نزدیک ہے تو یہی ہے کہ ہر لحظہ اور ہر قدم پر ہمیں ایمانی اور روحانی ترقیات دی جائیں۔ کیونکہ ہم سے پہلے جو تھے۔ وہ جس حال میں بھی تھے۔ علم۔ ایمان اور عرفان میں ترقی کرتے جاتے تھے۔ کیونکہ انعمت علیھم کا گروہ وہی گروہ ہے۔ جس کا قدم ترقی سے رکتا نہیں۔ دوسرا اور کوئی گروہ منعم علیہ نہیں۔ اس لئے ہمیں بھی ویسے ہی روحانی ترقی کے طریق بتا۔ کیونکہ جو ایک جگہ کھڑا ہے۔ اور جس کا قدم ترقی کی طرف اٹھتا نہیں منعم علیہ ہونا تو درکنار اس کا ایمان بھی خطرہ میں ہے اور جس کا ایمان خطرہ میں ہو وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں منعم علیہ گروہ میں سے ہوں۔ پس **انعمت علیھم** وہی گروہ ہے جو ہر لحظہ روحانی ترقی کی طرف قدم اٹھاتا ہے اور آیت **صراط الذین انعمت علیھم** کے یہ معنے ہوئے کہ ایسے رنگ میں ہمارے ایمان اور ہمارے عرفان کو کر دے کہ ہر وقت اس میں زیادتی ہوتی رہے۔

جب اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں ہر وقت روحانی ترقیات عطا فرما۔ اور کوئی گھڑی بھی ایسی نہ گذرے کہ جس سے ہمارا قدم روحانی ترقی کے اس راستہ پر پڑنے سے رک جائے۔ جس پر ہم

سے پہلے لوگ قدم مارتے رہے تو اب رسول اللہ ﷺ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلے انبیاء جس طرح ترقیات کرتے رہے تھے اسی طرح مجھے بھی ترقیات دے۔ جس طرح ابراہیمؑ اپنے درجہ میں ترقی کر رہے تھے۔ جس طرح عیسیٰؑ اپنے درجے میں ترقی کر رہے تھے۔ اسی طرح میں بھی اپنے درجے میں ترقی کروں۔ ان معنوں میں اگر آنحضرت ﷺ بھی یہ دعا کریں تو کوئی حرج نہیں۔

پس صراط الذین انعمت علیھم کا یہی مفہوم ہے۔ اور درحقیقت کوئی شخص مومن نہیں کہلا سکتا۔ جب تک عرفان میں نہ بڑھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک شخص کے لئے ہر وقت رب زدنی علما" کہنا ضروری ہے۔ جس طرح آدمؑ کہتے تھے۔ جس طرح موسیٰؑ کہتے تھے۔ جس طرح عیسیٰؑ کہتے تھے۔ اور جس طرح تمام دوسرے نبی کہتے تھے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ بھی کہتے تھے۔ اور ہر شخص بھی یہ کہتا ہے - ادنیٰ یا اعلیٰ ہوں۔ تمام اس میں برابر ہیں۔ پس صراط الذین انعمت علیھم میں یہ سکھایا گیا ہے کہ ہمارے قدم میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

پس میں اپنی جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ہر ایک ان میں سے ایمان اور عرفان اور علم میں ترقی کرتا اور آگے بڑھتا جائے۔ تمام تباہی آگے نہ بڑھنے سے آتی ہے اور ساری بربادی اسی سے پیدا ہوتی ہے کہ انسان ایک جگہ پر جم جائے اور ترقی کرنے سے رک جائے۔

شائد کسی کو خیال پیدا ہو کہ کون چاہتا ہے کہ آگے نہ بڑھے۔ لیکن محض خیال کچھ نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کے ساتھ احساسات نہ ہوں۔ احساس کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ میں علم پڑھ جاؤں تو وہ صرف خیال سے ہی نہیں پڑھ جائے گا۔ جب تک اس میں پڑھنے کا احساس پیدا نہ ہوگا۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ میں نیک ہو جاؤں تو وہ نیک نہیں ہو جائے گا۔ البتہ جس میں احساس پیدا ہو جائے وہ نیک ہو سکتا ہے۔ غرض صرف خیال کوئی چیز نہیں۔ جو کچھ ہوتا ہے - احساس سے ہوتا ہے۔ خیال تو محض علم کا نام ہے۔ ایسے علم کا جس میں اپنا کچھ نہیں ہوتا۔ اور احساس اس علم اور ارادے پر غالب آنے والی ذہنی کیفیت کا نام ہے۔ جو مجبور کر کے اپنا کام کرا لیتی ہے۔ اگر تم خیال کرو کہ محبت پیدا ہو تو محبت صرف خیال سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ احساس اسے پیدا کرتا ہے۔ بے شک خیال پہلے پیدا ہوتا ہے اور احساس پیچھے پیدا ہوتا ہے۔ مگر جب تک یہ پیدا نہیں ہوتا خیال کچھ نہیں کر سکتا۔

ماں کے دل میں بچے کی محبت کا خیال نہیں ہوتا بلکہ احساس ہوتا ہے۔ پھر وہ اس احساس سے کیا کیا تکلیفیں برداشت کرتی ہے۔ لیکن جو صرف خیال کرتے ہیں کہ محبت ہے وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

محبت کا نتیجہ تو قربانی ہے مگر کتنے ہیں جو محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے پھر قربانی کرتے ہیں۔ قربانی تو اس وقت ہی کوئی شخص کرے گا جب اسے محبت کا احساس بھی ہو۔ دیکھ لو ماں کو اپنے بچے کی محبت کا احساس ہوتا ہے پھر وہ ہر قسم کی قربانی اس کے لئے کرتی ہے اور ہر وقت اس کے سکھ کا خیال رکھتی ہے۔ خواہ اس میں اسے خود دکھ میں مبتلا کیوں نہ ہونا پڑے۔

پس وہ خیال جس میں احساس نہیں ہوتا بے فائدہ ثابت ہوتا ہے اور اکارت جاتا ہے اور ایک خیال وہ ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ احساس بھی ہوتا ہے ایسا خیال ضائع نہیں جاتا۔ اور وہ خیال جس کے ساتھ احساس پایا جاتا ہے۔ دراصل خیال کہلانے کا وہی مستحق ہے اور وہی ہے۔ جس سے کچھ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے مثلاً" عبادات میں غور کر لو۔ ایک شخص احکام کی پیروی کرتا ہے اور مالی قربانیاں بھی کرتا ہے لیکن اگر وہ یہ محاسبہ نہیں کرتا کہ مجھے کس حد تک قربانی کرنی چاہئے اور میں کس حد تک قربانی کر رہا ہوں کیونکہ احساس سے ہی ترقی پیدا ہوتی ہے۔ اور احساس کی علامت ہے قربانیاں کرنا۔ اگر وہ ایک حد تک قربانیاں کرتا ہے اور پھر رک جاتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر اس حد تک احساس نہیں جس حد تک کہ چاہئے اور جب احساس نہیں تو ترقی بھی نہیں۔ پس سچا ارادہ وہی ہوتا ہے جس کے ساتھ احساس ہو۔ اور اس حد تک ہو کہ اس سے پوری پوری قربانیاں کرانے والا ہو تاکہ وہ ترقی پا سکے۔

پس دوستوں کو چاہئے کہ وہ اس حالت کو پیدا کر لیا۔ جو احساس کی حالت کہلاتی ہے اور رب زدنی علما" (طٰہٰ ۱۱۵) کی کیفیت کو اپنے اندر پیدا کریں۔ اگر آنحضرت ﷺ کو ترقی اور قربانیوں کی ضرورت تھی۔ تو ہماری جماعت کے لوگوں کو کیوں ان کی ضرورت نہیں۔ پس میں پھر کہتا ہوں اور بطور نصیحت کہتا ہوں کہ رب زدنی علما" کی حالت کو اپنے اندر پیدا کرو۔

لوگ چند دلائل کو سن لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں۔ بس ہم نے غور کر لیا۔ ہم نے مان لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام برحق تھے۔ اب ہمیں کیا ضرورت ہے کہ مزید غور کرتے پھریں۔ لیکن وہ جانتے نہیں اتنی سی بات سے انہوں نے سب کچھ کر نہیں لیا بلکہ اس سے تو ابھی وہ ڈیوڑھی پر آئے ہیں اور میدان عمل تو ابھی آگے ہے۔ اگر وہ یہاں پہنچ کر رک جائیں تو پھر زنگ لگ جانے کا خطرہ ہے۔ جس سے خوف ہے کہ وہ پھر اسی جگہ نہ جا گریں جہاں سے اٹھ کر وہ یہاں تک پہنچے تھے۔ خدا نے یہ فیصلہ قرار دیا ہوا ہے۔ قانون شریعت میں بھی یہی ہے اور نیچر میں بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے کہ جو آگے قدم نہیں بڑھاتا تباہ کر دیا جاتا ہے۔ نیچر کے قانون میں بھی یہی ہے۔ جو کھڑا ہوا وہ

تباہ ہوا اور جب تک ہر ساعت آگے نہیں بڑھتا۔ وہ اپنے آپ کو شیطان کے قبضے میں دیتا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ دوست اپنے علم کو اپنے ایمان کو اور اپنے عرفان کو بڑھائیں۔

دلائل کا نام عرفان نہیں اور احساس اس کو نہیں کہتے کہ صرف خیال ہی کر لیا کہ میں فلاں کام کرلوں۔ بلکہ احساس اس کا نام ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق مضبوط ہو۔ گویا خدا اور اس کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی ہو۔ اور انسان یہ سمجھتا ہو کہ اگر میں اس سے الگ ہو کر پرے ہٹنا چاہوں تو بھی نہیں ہٹ سکوں گا۔ غرض کہ وہ سمجھے اب میرے تعلقات خدا تعالیٰ سے ایسے مضبوط ہو چکے ہیں کہ اگر چاہوں بھی تو بھی خدا کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پس یہ کہنا کاش خدا مل جائے۔ یہ عرفان نہیں بلکہ عرفان یہ ہے کہ انسان سمجھے اب میں خدا سے ایسا مل گیا ہوں کہ اب میری سب طاقتیں مضمحل ہو گئی ہیں۔ اور مجھ میں ہمت نہیں رہی کہ اس تعلق کو توڑ کر کہیں اور جا سکوں۔ میری حالت تو کیلے سے بندھے ہوئے گھوڑے کی طرح ہے کہ وہ کہیں جا نہیں سکتا۔ یہ احساس ہے اور یہ عرفان کہلاتا ہے۔

جو شخص اس مقام پر پہنچ گیا کہ وہ سمجھتا ہے میرا لگاؤ خدا تعالیٰ سے اب ایسا ہو گیا ہے کہ جہاں کہیں جاؤں گا۔ خدا ہی کا بندہ کہلاؤں گا۔ وہ اگر چاہے بھی کہ چھوڑے تو نہیں چھوڑ سکتا اور اگر وہ چھوڑے تو خدا خود اس کو اپنی طرف لے آتا ہے۔ ایسے آدمی کی مثال پٹے والے کتے کی ہوتی ہے وہ اگر آوارہ بھی ہو جائے تو لوگ اسے اسی مالک کا سمجھتے ہیں جس کا پٹہ اس کے گلے میں پڑا ہوتا ہے۔ جدھر بھی وہ جاتا ہے لوگ پکڑ کر اسے مالک کے پاس لے آتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص احساس پیدا کر لے اور علم اور عرفان میں ترقی کرے تو عبودیت کا پٹہ اس کے گلے میں پڑ جاتا ہے۔ وہ اگر کسی جذبہ کے ماتحت خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو توڑ کر دوسروں کے دروازوں پر پھر رہا ہوتا ہے تو بھی سب اسے یہی کہتے ہیں یہ خدا ہی کا بندہ ہے۔ پس عرفان کو بڑھاؤ۔

جب یہ مقام حاصل ہو جائے تو انسان پھر خدا کو چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتا۔ بھلا سوچو تو ایک کتا اگر اپنے آقا کو چھوڑ کر چلا جائے۔ تو کیا اس کا آقا اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس کو تلاش کر کے واپس گھر نہیں لے آتا۔ اگر کسی کی بلی بھاگ جاتی ہے تو وہ اس کے پیچھے پیچھے بھاگا پھرتا ہے۔ اور آرام نہیں لیتا۔ جب تک اسے واپس نہیں لے آتا خواہ واپس لانے میں بلی رضامند ہو یا نہ ہو۔ مگر وہ اسے لے آتا ہے۔ کسی شخص کا ایک طوطا اڑ جائے۔ تو وہ بھی اس کے لانے کی کوشش کرتا ہے۔ پر کیا خدا ہی ایسا ہے کہ وہ اپنے بندہ کو جس کے گلے میں اس کی عبودیت کا پٹہ پڑ چکا ہو واپس نہیں

لاتا۔ کیا ایک بندہ کی قیمت بلی اور طوطے جتنی بھی نہیں؟

پس اگر عرفان پیدا ہو جائے تو عبودیت پیدا ہو جاتی ہے اور جب عبودیت پیدا ہو گئی تو ایک انسان مرتد بھی اگر ہونا چاہئے تو نہیں ہو سکتا۔ عارضی جوش اگر ان تعلقات میں خلل پیدا کر دے اور انسان عارضی جوش سے پیدا شدہ خلل کے سبب جانا بھی چاہئے تو خدا جانے نہیں دیتا۔ لوگوں کی بھینسیں اور گائیں کھرلیوں سے رسے تڑا کر چلی جاتی ہیں۔ مگر لوگ انہیں چھوڑ نہیں دیتے۔ بلکہ پکڑ کے لے آتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے مالک ہوتے ہیں۔ اور کون ہے جو اپنے مال کو یوں جانے دے۔

پس تم بھی اپنے آپ کو خدا کا مال بناؤ تاکہ اس کے بعد تم بھاگنا چاہو تو بھاگ نہ سکو۔ یہی عرفان ہے اور یہ عرفان جوں جوں بڑھتا جائے گا عبودیت کا رسہ مضبوطی سے گلے میں پڑتا جائے گا۔ پس میں پھر کہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا مال بنائیں تا وہ خود ان کی حفاظت کرے۔

ہماری جماعت میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جن کے لئے بہت سی باتیں ٹھوکر کا باعث ہو جاتی ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ باوجود ٹھوکر کھانے کے وہ جماعت سے الگ نہیں ہو سکتے۔ مگر ان کے بالمقابل ایسے بھی ہیں۔ جن کو اگر وہی ٹھوکر لگے تو وہ بھاگ سکتے ہیں۔ بعض بڑے بڑے آدمیوں کو میں جانتا ہوں کہ اگر انہیں کوئی ابتلا آئے تو وہ چلے جائیں گے مگر ان کے مقابلہ میں بعض ایسے ادنیٰ ادنیٰ آدمیوں کو بھی جانتا ہوں کہ وہ نہیں جائیں گے کیونکہ وہ عارف ہو چکے ہیں اور عارف ابتدائی حالت میں غلطیاں بھی کر سکتا ہے لیکن خدا اسے ان غلطیوں کے سبب چھوڑ نہیں دیتا۔ اور اگر وہ جانا بھی چاہے تو خدا اس کی گردن پکڑ لیتا ہے کہ جاتا کہاں ہے اب تو تو میرا بندہ ہے۔

یہ ہے وہ مقام جس کے بعد انسان خطرات سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ اگر ہماری جماعت کے اکثر لوگ اس مقام کو حاصل کر لیں۔ تو پھر کسی فتنہ و فساد کا ڈر نہیں رہ جاتا۔ کیونکہ اس مقام پر پہنچ کر پاؤں میں محبت کی بیڑیاں پڑ جاتی ہیں۔ ہاتھوں میں محبت کی زنجیریں پڑ جاتی ہیں۔ گلوں میں محبت کے طوق ڈال دئے جاتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ دل سے اس احساس کو جو خدا سے دور کر دے، دور کر دے۔ اور اس احساس کو پیدا کرے جو خدا کے قریب کر دیتا ہے اور عرفان کے مقام کو پانے کی کوشش کرے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے۔ اور ہمیں ایمانی کمی اور قدم کے ڈگمگانے سے بچائے۔ تاہم اس سے دور نہ جا پڑیں اور وہ ہر وقت ہماری مدد کرتا رہے اور ہم کو وہ

سب روحانی مدارج کے طریق سمجھائے جو اس نے پہلوں کو بتائے تھے ہماری جماعت میں سے جو کمزور ہیں ان کو بھی ہدایت دے ان میں اور ہم سب میں عرفان پیدا فرمائے۔ تاکہ اس کی سچی معرفت حاصل ہو۔ پھر میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ لوگ جنہیں سلسلہ میں داخل ہونے کی توفیق نہیں ملی۔ مگر جن کے لئے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح مبعوث ہوئے جس طرح ہمارے لئے۔انہیں بھی سلسلہ میں داخل ہونے کی توفیق بخشے۔ تاکہ خدا کا جلال ظاہر ہو۔ پھر میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ ہماری طرف سے جو بے توجہی اور کوتاہی اس وقت تک ان کے متعلق ہوئی ہے وہ آئندہ نہ ہو اور وہ سب سلسلہ میں داخل ہو کر خدا کا عرفان حاصل کریں تا خدا کا پورا پورا جلال دنیا میں ظاہر ہو۔ آمین

(الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء)